اداریہ:

عہد حاضر اور ہم

بچے کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے اس کے بعد اردگرد کا ماحول اسے متاثر کرتا ہے جب وہ لکھنے پڑھنے کے قابل ہوتا ہے تو درسی کتب کے علاوہ کہانیوں کی کتابیں اور بچوں کے رسائل اس کی شخصیت وکردار پر نمایاں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان اثرات کی ہمہ گیر وسعت و اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اس اہم ذریعہ کو اپنایا جاتا رہا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اردو میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جن حضرات نے کام کا آغاز کیا ان میں مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا محمد حسین آزادؒ، مولانا اسماعیل میرٹھی، مولانا الطاف حسین حالی وغیرہ کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل بچوں کا سب سے پہلا رسالہ ۱۹۰۲ء میں ''بچوں کا اخبار'' کے نام سے منشی محبوب عالم نے جاری کیا تھا۔ جس سے بچوں کے ادب کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بچوں کے رسائل وکتب بچوں کے ذوق مطالعہ کو نکھارنے، ذہنی افق کو وسیع کرتے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، علمی استعداد میں اضافہ کرنے اور ان میں مذہبی راسخ العقیدگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اردو میں ایسے ادب کی بہت کمی ہے جسے واقعتاً ''بچوں کا ادب'' کہا جا سکے، بالخصوص ''بچوں کے لئے مذہبی ادب'' کی انتہائی کمی ہے۔

مذہبی ادب کے حوالے سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں کچھ نقائص ہیں مثلاً یا تو اس میں ثقیل اور بوجھل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یا پھر مکمل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی مختصر منتخب حصے دے دئے گئے ہیں۔ یا پھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غیر مستند قصے اور واقعات جمع کر دیئے گئے ہیں اور یہ عیب تو اکثر کتب میں ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہوئے بچوں کے مخصوص اسلوب ومنہج کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ حالانکہ بچوں کے ادبی لٹریچر میں یہی خصوصیت سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

یہاں قدرتی طور سے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے ہم سیرت ہی کا کیوں مطالعہ

کریں؟

اس کا مختصر جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کا نام اسلام ہے جس پر انسان کی فلاح ونجات کا دارومدار ہے۔ حقیقی اطاعت کی بنیاد اور روح یہی محبت اور تعظیم ہے۔ یہ دونوں جذبات کسی کے بارے میں جتنے زیادہ ہوتے ہیں، اس کی اطاعت اتنی ہی کامل اور پائیدار ہوتی ہے، آسانی سے بے چون چرا ہوتی ہے، ذوق وشوق سے ہوتی ہے، جوش اور ولولہ سے ہوتی ہے، اور شرف وعزت سمجھ کر ہوتی ہے، پھر آدمی اطاعت ہی پر قناعت نہیں کرتا، ایک قدم آگے بڑھ کر اتباع کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے پیشوا کی ایک ایک بات، اور ایک ایک ادا کو محبت وعظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اسی رنگ میں رنگنے کی فکر کرتا ہے۔ سرورِ عالم ﷺ سے محبت وعقیدت اور آپ ﷺ کی عظمت و برتری کے احساس کی اس کیفیت کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کا واحد ذریعہ آپ ﷺ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ ہے۔ یوں کہیئے کہ آپ ﷺ کے بارے میں ہم سے جس اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان کے اندر اس اطاعت کا جذبہ آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے خود بخود پیدا ہوتا ہے، پیدا کرنا نہیں پڑتا۔ یہ مطالعہ غور وفکر سے ہونا چاہئے، اور بار بار ہونا چاہئے کیونکہ عظمت و برتری کا احساس تو ایک بار کے مطالعہ سے بھی کسی حد تک ہوسکتا ہے۔ لیکن محبت پیدا کرنے کے لئے بار بار مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

حقوق کا مفہوم:

انسان، انسان کی ضرورت ہے، اسی لئے اس کی گروہی جبلت اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ اپنی پیدائش سے لے کر تادمِ زیست بے شمار افراد کی خدمات، توجہ، امداد اور سہاروں کا محتاج ہے۔ اپنی پرورش، خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم وتربیت کی ضروریات ہی کے لئے نہیں بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کے نشو وارتقاء اور ان کے عملی اظہار کے لئے بھی وہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ یہ اجتماعی زندگی اس کے گرد تعلقات کا ایک وسیع تانا بانا تیار کرتی ہے۔ خاندان، برادری، محلے، شہر، ملک اور بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی تک پھیلے ہوئے تعلقات کے یہ چھوٹے بڑے دائرے اس کے حقوق وفرائض کا تعین کرتے ہیں۔ ماں، باپ، بیٹے، شاگرد، استاذ، مالک، ملازم، تاجر، خریدار، شہری اور حکمراں کی بے شمار مختلف حیثیتوں میں اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان فرائض کے مقابلہ میں وہ

کچھ متعین حقوق کا مستحق قرار پاتا ہے۔(۱)

تاریخ کے ہر دور میں انسانی افراد کا اتحاد حقوق کی حفاظت اور اس کے استحکام کی خاطر قائم ہوا، قدیم سے قدیم زمانوں کی حکومتیں ان حقوق کا تحفظ اپنا فرض سمجھتی رہی ہیں۔ حقوق کی نوعیت اور تعداد بدلتی اور بڑھتی رہی۔(۲) حق وہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں، حق ہمیشہ ثبت ہوتا ہے سچ ہوتا ہے۔(۳)

انبیاء علیہم السلام اور حقوق انسانی:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فرائض انسانی وحقوق انسانی کے تحفظ کا ذمہ ٹھہرایا، تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اس کی مظہر ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل حقوق انسانی کے حوالے سے پہلا حق تلفی کا واقعہ ہے۔ جس کی حضرت آدم علیہ السلام نے سخت مذمت کی، حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب خداوندی کی آمد پر نسل انسانی ونسل حیوانی کو بحری بیڑہ میں بٹھا کر جانی تحفظ فراہم کیا، ورنہ نسل انسانی روئے زمین سے ختم ہو جاتی، اسی لئے آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے تجارتی حقوق کی تعلیم دی، لیکن جب قوم کم تولنے اور ملاوٹ کرنے سے باز نہ آئی تو انہیں تباہ کر دیا گیا۔(۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا کر، انسانی حقوق فراہم کئے، بچوں کو زندگی کا حق فراہم کیا، من وسلویٰ کا بطور غذا کے اہتمام کیا۔ مقتول کے قاتل کی نشاندہی کرا کے اس کے حقوق کا تحفظ کیا، حضرت خضر علیہ السلام کا گرتی ہوئی دیوار کی تعمیر کر کے فرمانا اس کے نیچے خزانہ ہے، جو یتیم بچوں کے لئے ہے، اس عمل کے ذریعہ بچوں کے مالی حقوق کا تحفظ فرمایا، کشتی کا تختہ اکھاڑ کر اس میں عیب پیدا کر کے ملکیتی تحفظ فراہم کیا، ورنہ بادشاہ وقت کشتی غصب کر لیتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بحیثیت جج لوگوں کو انصاف کے ذریعہ حقوق فراہم کئے، آپ نے انسانوں کے ساتھ جانوروں کو بھی ان کے حقوق فراہم کئے، حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حکومت و دانش مندی کے ذریعہ دیوار تعمیر کر کے انسانوں کو یاجوج ماجوج سے جانی و مالی تحفظ فراہم کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو روحانی صحت کے ساتھ جسمانی

صحت بھی عطا فرمائی، اس لئے کہ صحت مندی بھی انسانی حق ہے، جس کا اہتمام کرنا حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو نہ صرف حقوق فراہم کئے، بلکہ انہیں فرائض کی ادائیگی کے لئے بھی تیار کیا اور آگاہ کیا ہر حق اپنے ساتھ ایک فریضہ بھی ساتھ لاتا ہے، آج کوئی اپنا فرض نباہنے کے لئے تیار نہیں، صرف حقوق کے حصول پر مصر ہے، آپ ﷺ نے مظلوموں کو ان کا حق فراہم کرنے کے لئے حلف الفضول کا حلف اٹھایا کہ کسی کو حق تلفی نہیں کرنے دیں گے۔(۵) بنو زبید کے تاجر کو عاصم بن وائل سے معاوضہ دلوایا۔(۶) آپ ﷺ نے فرمایا اس حلف کے بدلہ اگر سو سرخ اونٹ بھی دئے جاتے تو قبول نہ کرتا، اور آج بھی کوئی اس حلف کے لئے بلائے تو میں تیار ہوں، یعنی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ہر وقت تیار رہنے کا اعلان فرمایا، آپ ﷺ نے دیگر مذاہب واقوام کے ساتھ میثاق مدینہ کیا اور اس میثاق کے ذریعہ یہودی عیسائی مشرکین سب کے مذہبی و سیاسی حقوق کے تحفظ کا اعلان کیا۔ اپنی زندگی کے آخری عظیم خطاب جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے، اس میں خاص کر خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے خصوصی ہدایات جاری کیں۔

اسلام خواتین کو تمام حقوق فراہم کرتا ہے، جس میں زندگی کا حق، عزت کا حق، معاشرتی حقوق، آزادی نقل وحرکت کا حق، آزادی اظہارِ رائے کا حق، شوہر کے انتخاب کا حق، سیاسی حقوق، حصول علم کا حق، جائداد کا حق، خرچ کرنے کا حق، ملازمت (مشروط) کا حق، گواہی کا حق، وراثت کا حق، مہر کا حق، نان نفقہ کا حق، خلع کا حق، اولاد کی پرورش کا حق، وصیت کا حق وغیرہ۔

اس تصور کو تسلیم کرنے کے بعد عورت کی عظمت فرش خاک سے بلند ہو کر کائنات مہ و انجم سے بھی کہیں آگے نکل جاتی ہے اور اسے قدرتی طور پر ایسا اونچا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ فکر و نظر کے لئے اس سے بڑھ کر بلندی کا تصور ممکن نہیں ہے، الا یہ کہ وہ اپنے فکر و عمل سے خود کو اس بلندی کا نا اہل ثابت کر دے، پھر تو دنیا کی کوئی قوت اسے عزت و رفعت نہیں دے سکتی۔

اسلام کے نزدیک انسان کی فلاح وسلامتی، فکر اور درستگی عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ ان نظریات کو جاہلانہ نظریات سمجھتا ہے جو عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے ذلیل تصور کر کے انسانیت کی بلند ترین سطح سے دور پھینک دیتے ہیں، اور مرد کو محض اس لئے ''عرش بریں'' کا حق